تذکرہ

مولانا سید محمد اصلح الحسینی رحمہ اللہ

تلمیذ رشید حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

مقالہ نگار

مفتی احسان الحق

فاضل و متخصص فی علوم الحدیث

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

استاذ جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر، کراچی

یہ مضمون مجلّہ صفدر ۴۴، اکتوبر ۲۰۱۴ء ـــــ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ میں شائع ہوا تھا۔

یادگارزمانہ

یادگارِزمانہ ہیں ہم لوگ

یادرکھنافسانہ ہیں ہم لوگ

حضرت مولانا سید محمد اصلح الحسینی صاحبؒ کا تعلق سادات گلاوٹھی سے تھا،''تاریخ گلاوٹھی''میں موصوفؒ اور ان کے خاندان کا تذکرہ تفصیلا موجود ہے۔

موصوفؒ سے متعلق مفصلاتو وہی حضرات لکھیں گے جن کی صحبتیں عرصہ دُراز سے موصوف کے ساتھ رہیں۔راقم بھی حقِ استادی کی خاطر موصوفؒ کے چنداوصاف سے متعلق کچھ یادگار لمحات زیب قرطاس کرتا ہے:

موصوف کی اصول پسندی اور جامعہ بنوری ٹاؤن سے تعلق:

راقم السطور کی پہلی ملاقات موصوفؒ سے ان کے گھر پراجازت حدیث کی غرض سے ہوئی تھی، وہاں چند مزید طلبہ بھی اپنا اپنا کاسہ لئے موصوف کے سامنے باادب دوزانوں بیٹھے تھے، موصوفؒ نے سب سے پہلے طلبہ سے یہ سوال کیا کہ: اجازت لے کرآئے ہیں، (موصوفؒ کا اصول تھا چاہے جتنے بڑے سے بڑی شخصیت ہو، اجازت حدیث لینے میں ان کا اجازت لے کرآنا ضروری تھا ورنہ موصوفؒ اجازت نہیں دیتے تھے) جب سب سے پوچھ لیا تو ہر طالبعلم سے پوچھتے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں، آپ کہاں سے آئے ہیں، راقم کی باری آیا تو راقم نے عرض کیا: جامعہ بنوری ٹاؤن سے۔

اجازت حدیث دینے کے بعد ایک طالبعلم نے حضرت کی ذاتیات سے متعلق کچھ پوچھنا چاہا، تو موصوفؒ نے فرمایا: فون پہ آپ نے صرف اجازت حدیث کے لئے آنے کی اجازت مانگی تھی، ان سوالات کی اجازت نہیں مانگی تھی آپ حضرات جاسکتے ہیں۔تمام طلبہ کرام واپسی کا مصافحہ کررہے تھے کہ راقم کی باری آئی تو موصوفؒ نے پوچھا کہ آپ جامعہ بنوری ٹاؤن سے آئے ہیں؟ راقم نے عرض کیا: جی۔موصوفؒ نے فرمایا: آپ بیٹھنا چاہیں تو بیٹھ سکتے ہیں، مگر حضرت کے رعب کی وجہ سے مجھ پرایک کیفیت طاری تھی، میں نے کہا: جانا چاہتا ہوں۔موصوف کے گھر حاضری دینے والوں کومعلوم ہے کہ موصوف کا جو کمرہ ہے اس کے دروازے سے موصوفؒ کی نشست گاہ (صوفہ) تک چار قدم کا فاصلہ بھی مشکل سے بنتا ہے، موصوف نے واپس جاتے جاتے کئی بار راقم سے کہا کہ آپ بیٹھ سکتے ہیں حتی کہ کمرے کا دروازہ کھولتے وقت بھی موصوفؒ نے فرمایا کہ آپ چاہیں تو بیٹھ سکتے ہیں۔یہ میری کوئی خصوصیت نہیں تھی، بلکہ اس ہردلعزیز جامعہ کی برکت تھی کہ موصوف نے اتنی شفقت والا معاملہ فرمایا۔

اس پہلی ملاقات کے بعد ایک بار ان کے صاحبزادے سید محمد طہ اطہر صاحب سے ملاقات ہوئی، پھر ان کے ساتھ ملتان کبیر والا جانے کا اتفاق ہوا ،انہوں نے راقم سے ایک بار کہا کہ: آپ بابا (مولانا اصلح صاحبؒ) کو بابا کہا کریں اور مجھے بھیا کہا کریں گویا کہ انہوں نے مجھے بھائی بنالیا، پھر تو ان کے گھر آناجانا معمول بن گیا تھا۔مشاہیر وقت جس در پر اجازت لے کر حاضر ہوتے ان کے صاحبزادے اعلی ظرفی سے راقم بغیر اطلاع کئے آستانہ مبارک پر قدم بوسی کا شرف حاصل کرلیتا۔

موصوف کا اندازتربیت:

موصوف کا اندازتربیت بھی بہت نرالا تھا، ایک موقع پر راقم سے دریافت کیا: کہاں سے تعلق ہے؟ قریب بیٹھے ایک شخص نے جواب دیا کہ پاپوش نگر کے رہائشی ہیں۔موصوف نے نہایت ناراضگی کا اظہار فرما کر کہا: میرے سوال کا یہ مقصد نہیں، بلکہ آبائی تعلق کہاں سے ہے؟ یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔

ایک موقع پر موصوف اپنی مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے پہلی ملاقات کا ذکرفرما رہے تھے کہ''تکیہ شاہ علم اللہ''میں ہوئی تھی۔ایک شخص نے اس تکیہ شاہ علم اللہ کے متعلق کوئی سوال کرنا چاہا، مگر سوال کرتے ہوئے عَلَم اللہ کو عِلم اللہ کہہ دیا، موصوف نے اس پربھی کافی برہمی کا اظہارفرمایا اور اصلاح فرمائی کہ عِلمُ اللہ

نہیں علم اللہ ہے۔

موصوف اور نزاکت طبع:

موصوف کی مزاج میں نازکی بھی غضب تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار بھیا(حضرت کے صاحبزادے) نے راقم سے کہا: احسان! آؤ نائی کو بلالائیں، بابا کے بال بنوانے ہیں۔راقم لبیک کہتا ہوا ساتھ ہولیا۔نائی آیا اور بال بنا کر چلا گیا، راقم اور موصوف اتفاقا کمرے میں اکیلے رہ گئے، موصوف نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ: ایک طرف سے بال چھوٹے لگ رہے ہیں۔راقم نے جوابا''جی''عرض کردیا۔موصوف نے اپنے صاحبزادے کو بلا کر پوچھا: ایک طرف سے بال چھوٹے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں''بابا''بالکل برابر ہیں۔موصوفؒ نے اپنے اطمینان کے لئے شیشہ منگوا کر دیکھا، تسلی نہ ہونے پر بھیا نے نائی کو دوبارہ بلوایا اور موصوف نے نائی سے کہا کہ: مشین پھیر دو۔

موصوف اور علم ادب:

موصوف کو علم ادب سے کافی شغف تھا، اور اشعار بھی شاعروں کے طرز پر سلیقہ مندی سے پڑھتے تھے۔عربی، اردو، فارسی میں مہارت تھی۔

عربی میں مہارت کی دلیل موصوف کے الحکماء المسلمون کے عنوان سے لکھے گئے مضامین ہیں، اور فارسی پر دسترس کی دلیل یہ ہے کہ موصوف ایسے ایسے فارسی شعراء کے کلام سناتے تھے کہ ان کا نام اور کلام راقم موصوف سے ہی پہلی بار سنتا۔

اور اردو پر عبور کے لئے یہ شہادت کافی ہے کہ موصوف ہندو پاک کے اہم علمی جرائد کے مدیر رہے ہیں۔خصوصا ہمارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن (سابق مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن) میں بینات رسالہ میں بھی ادارت کی ہے۔

موصوف اور گوشہ نشینی:

موصوف نے ایک عرصہ گوشہ نشینی وگمنامی میں گذارا، مگر جس کے مقدر میں اللہ جل وعلیٰ نے موصوف سے فیض پہنچنا لکھ دیا تھا وہ کسی نہ کسی طرح موصوف تک پہنچ گئے۔موصوف قریب تھا کہ حلقہ گمنامی سے نکل جاتے مگر اللہ تعالی کو کچھ اور منظور تھا، اسی لئے اپنے پاس بلالیا۔

موصوف اور نماز:

اکثر نمازیں موصوف کے ساتھ پڑھنے کا اتفاق ہوا، موصوف کا اس ادھیڑ عمر میں بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، سبحان اللہ! کیا منظر ہوتا تھا، یہ کیفیت اسی شخصیت ہی کی ہوسکتی ہے جو''**أن تعبد اللہ کأنک تراہ ، فان لم تراہ فانہ یراک**'' کی کیفیت سے متصف ہو، موصوف کے پیر ومرشد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی بھی یہی کیفیت تھی کہ آخری عمر میں بھی وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے جبکہ ڈاکٹروں کے مطابق ان کا انتقال ہوگیا تھا۔اور یہ کیفیت شیخ الاسلام کی کیوں نہ ہوتی کہ شیخ الہند کی گود سے انہوں نے کبھی رخصت پر عمل کرنے کا سبق نہیں سیکھا تھا۔

موصوف کی سند حدیث: موصوفؒ دار العلوم دیوبند کے قدیم وممتاز فضلا میں سے تھے، حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

موصوف کا جنازہ:

موصوفؒ کے جنازے کا منظر بھی عجیب تھا۔راقم کے بڑے بھائی نے موصوف کی وفات کی خبر سنائی اور نماز جنازہ کا وقت بتایا تو ذہن میں تھا کہ وہاں شاید تل دھرنے کی جگہ نہ ہو، (کیونکہ ایک عرصہ اپنے جامعہ بنوری ٹاؤن کے اساتذہ کے جنازے دیکھ چکا تھا) مگر وہاں نماز کے بعد شاید امام صاحب کو کسی نے اطلاع نہیں دی تھی کہ جنازہ کس کا ہے، انہوں نے یہ اعلان کیا کہ: بقیہ نماز کے بعد ان شاء اللہ جنازہ کی نماز ادا کی جائے گی۔اساطین علم اس اعلان پر انگشت بدنداں رہ گئے، کہ اس عظیم المرتبت شخص کے جنازے کا یہ اعلان؟ نماز کے بعد موصوف کے ایک خلیفہ نے راقم سے کہا کہ اعلان میں یہ تو بتاؤ کہ کن

کا انتقال ہوا ہے، (کیونکہ موصوف کا بھی جامعہ پر ایک حق تو تھا) راقم جلدی سے جنازہ گاہ کی طرف گیا، جہاں حضرت مولانا مفتی لئیق احمد اسعدی صاحب آلہ جہیر الصوت لئے کھڑے تھے انہیں موصوف مرحوم کا مختصر تعارف کرانے کو کہا، انہوں نے ابھی چند الفاظ ہی کہے تھے کہ مولانا مفتی عبدالرؤوف غزنوی صاحب زیدہ مجدہ نے موصوف کا ''مختصر پر اثر تعارف'' کرایا، ان کی آواز اور اس اعلان کو سنتے ہی منتشر مجمع جمع ہو گیا، نماز جنازہ شاگرد حضرت مدنی حضرت ڈاکٹر علامہ عبدالحلیم چشتی صاحبؒ نے پڑھائی، اور جنازے میں حضرت شیخ الاسلام مدنی ایک دوسرے شاگرد فقیہ النفس، فاضل و مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی اکبر علی اسلام آبادی زیدہ مجدہ (سابق نائب مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن، حالیہ بنوری ٹاؤن) بھی تشریف فرما تھے۔

لوگوں کے اصرار پر جنازہ کے بعد کافی دیر تک موصوف کا دیدار کرایا گیا، پھر '' پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر'' کے مصداق بن کر اپنی ہمشیرہ رابعہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا کے پہلو میں گلستان جوہر کے ایک قبرستان میں دفن ہوئے۔ اللہ مرحوم پر کڑوڑھا رحمتیں نازل فرمائے۔

موصوفؒ اپنے ہم درس ساتھیوں میں سے آخری تھے جن کا انتقال ۱۰۳ سال کی عمر میں ہوا، موصوف سے ملاقات کے بعد کافی عقدۂ لاینحل حل ہوئے، واقعی وہ اس دور کے یادگار زمانہ تھے جن کی قدر اس مادی دور میں ہم سے نہ ہوسکی۔

آج بھی کبھی تنہائی میں سوچتا ہوں کہ یہ حقیقت تھی یا فسانہ کہ ہم میں ان جیسی عبقری شخصیت بھی موجود تھی، جو ہمارے لئے سوسالہ یادگار تھے، پھر قوت متخیلہ موصوف کی ایک صورت بناتی ہے جس میں موصوف ترنم کے ساتھ مصحفیؔ کے شاگرد نورالاسلام منتظرؔ لکھنوی کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سامنے آجاتے ہیں:

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ
یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ